ڈاکٹر وفا راشدی

فقیر قادر بخش بیدل

سندھ کے دوسرے مقامات کی طرح روہڑی بھی شروع سے اہلِ علم و فضل اور اصحابِ تصوف و عرفان کا مولد و مسکن رہا ہے۔ فقیر قادر بخش بیدل اسی خطۂ روحانیت افزا کے بلند پایہ صوفی، عالم اور فاضل تھے۔

قادر بخش بیدل کے والد ماجد محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ روہڑی کے مشہور بزرگانِ دین میں سے تھے۔ حسب و نسب کے اعتبار سے قریش تھے۔ پارچہ بافی کا کام کرتے تھے، اس لیے پاٹولی[1] مشہور تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب سلسلۂ قادریہ کے مشہور عارف کامل، صوفی شاہ عنایت شہید[2] (۱۰۶۵ھ/ ۱۶۵۶ء — ۱۱۳۰ھ/ ۱۷۱۸ء) ساکن جھوک شریف کے کمال تصوف و معرفت کی بڑی شہرت تھی۔ محمد حسنؒ آپ سے بیعت تھے اور مسندِ خلافت پر فائز۔

عبدالقادر المعروف فقیر قادر بخش بیدل پانچ سال کے ہوئے تو ان کے والد نے انھیں قرآنِ حکیم کی تعلیم کے لیے مسجد میں بٹھا دیا۔ وہ بچپن سے ذکی و ذہین تھے۔ بارہ سال کی عمر میں پہنچے تو قرآن، حدیث اور دینیات کی تعلیمات مکمل کر لیں۔ پھر اپنی خداداد ذہانت اور محنت و صلاحیت کی بنا پر فقہ، فلسفۂ دین، تصوف، علم الکلام اور دیگر علومِ دینوی پر کامل دست گاہ حاصل کی۔ حساس اور خاموش طبع تھے۔ اپنے درویش باپ کے ہمراہ زیادہ تر وقت علما و فضلا اور بزرگانِ دین کی صحبت میں گزارتے۔ آخری عمر تک سیر و سفر، خلوت، عبادت، مطالعہ، فکر و استغراق، تصنیف و تالیف اور درس و تدریس میں مصروف رہے۔

کہتے ہیں کہ بارہ برس کی عمر میں فقیر بیدل نے برابر تین رات خواب میں دیکھا کہ ایک

---

[1] سندھ میں اردو شاعری۔ ص ۱۱۶

[2] مقالہ "شاہ شہید صوفی" تحریر پروفیسر محبوب علی چنا مرحوم۔ مطبوعہ نئی زندگی سندھی کراچی

لنگوٹ بند قلندر ان سے مخاطب ہیں اور کہتے ہیں: "ہمارے پاس آجاؤ۔" انھوں نے روہڑی سے سیوہن شریف تک کا سفر عالم جذب میں دیوانہ وار طے کیا۔ لعل قلندر شہباز سیوستانی کے مرقد مبارک پر تشریف لے گئے۔ ڈاکٹر میمن عبدالمجید سندھی اپنے ایک مقالے میں لکھتے ہیں "وہاں سے آپ کو (یعنی بیدل کو) شعر کہنے کی اجازت ملی اور آپ نے دو غزلیں فارسی اور اردو میں کہیں۔"[۳]

بیدلؔ نے روہڑی واپس آکر اپنی دونوں غزلیں استادِ محترم کو دکھائیں۔ انھوں نے فرمایا۔" یہ غزلیں تو پنجاب کے ایک شاعر بیدلؔ کی ہیں۔" یہ سنتے ہی وہ وجد میں آگئے اور مزید تین اردو، فارسی، عربی میں کہیں اور اپنی شاعرانہ صلاحیت ان پر ثابت کر دی۔

ابھی چودہ سال کے تھے کہ بیدل کے پدر بزرگوار کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ انھوں نے اپنے والدِ محترم کے پیر و مرشد حضرت صوفی شاہ عنایت اللہ شہید[۴] کے خلیفہ ارشد میر جان اللہ شاہ[۵] سے بیعت کی۔ بیدلؔ کو اوائلِ عمر سے تلاشِ حق اور جستجوئے معرفت کا شوق تھا۔ ذوقِ جنوں میں انھوں نے دور دور کی سیر و سیاحت کی۔ بزرگوں کے آستانوں اور اللہ والوں کے درباروں میں حاضری دی۔ آلام و مصائب کی گھاٹیوں سے گزر کر مظاہرِ قدرت اور مشاہداتِ دنیا کے رنگا رنگ

---

[۳] "بیدلؔ کی اردو شاعری" از ڈاکٹر میمن عبدالمجید سندھی سہ ماہی اردو نامہ کراچی شمارہ ۱۱، ص ۸-۹

[۴] بیدلؔ کو صوفی شاہ شہید سے روحانی عقیدت تھی۔ انھوں نے ان کی شہادت (۱۱۳۰ھ / ۱۷۱۸ء) کے دلدوز واقعہ سے متاثر ہو کر ایک دل سوز مرثیہ کہا، جس کے چند اشعار یہ ہیں:

عشق چندیں حملہ بر عشاق بے سروپا نمود | بر رُخِ صاحب دلاں صدرہ در رحمت کشود

سوئی صفرا قیامت در ہزار دسی و صد | سر بریدن صوفی بیخود کمالش وافزود

("مہران جاسوسی" سندھی پاکستان پبلیکیشن، ص ۴۳)

[۵] میر جان اللہ شاہ رضوی (المتوفی یکم ربیع الاول ۱۱۷۷ھ بمقام روہڑی)، متخلص بہ میرؔ کے علم و عرفان کا فیض سکھر اور روہڑی میں عام تھا۔ فارسی کے بلند پایہ صاحبِ دیوان شاعر تھے۔ ایک مثنوی بھی یادگار ہے۔ (تحفۃ الکرام اردو، ص ۳۹۷۔ مضمون پروفیسر لطف اللہ بدوی۔ مطبوعہ نئی زندگی شہید نمبر)

تجربات کی روشنی میں نہ صرف دنیاوی علوم سے سرفراز ہوئے بلکہ روحانی کسب و کمالات سے بھی بہرہ ور ہوئے۔

دورانِ سفر بیدل نے پیر گوٹھ (خیرپور) میں سندھ کے مشہور ولی اللہ پیر محمد راشد رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ میں اعتکاف کیا۔ اس عرصے میں پیر پگارا حضرت صبغت اللہ شاہ (۱۱۸۳ھ/ ۱۷۷۹ء — ۱۲۴۶ھ/ ۱۸۲۱ء) کے فرزندِ عزیز سید علی گوہر شاہ کے استاد مقرر ہوئے۔ انھوں نے اپنے تلمیذِ ارشد کو عربی و فارسی کی تعلیم سے آراستہ کیا۔ مثنوی مولانا روم بھی شرح و بسط سے پڑھائی۔ فقیرِ بیدل کی باکمال و بافیض تعلیمات کی بدولت سید علی گوہر شاہؒ نہ صرف تصوف و معرفت کے علوم سے بہرہ ور ہوئے، عربی و فارسی کے عالم اور اعلیٰ درجے کے شاعر بن گئے۔

بیدل فقیر پیر گوٹھ سے فارغ ہو کر ضلع خیرپور کے ایک قصبہ پریاں لوٹی تشریف لے گئے۔ یہ مقام روہڑی سے آٹھ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ وہاں کچھ عرصہ رہ کر اپنے آبائی شہر روہڑی واپس آگئے۔ وہیں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ ذریعۂ معاش کی غرض سے کپڑے اور دیگر اشیا کا کاروبار کیا۔ فکرِ معاش کے بعد ہمہ وقت فکرِ دینی، ذکرِ الٰہی اور خدمتِ خلق میں گزارتے۔ ان کے مریدوں اور عقیدت مندوں میں ہندو، مسلمان، سکھ، عیسائی سب شامل تھے۔

بیدل ۱۲۳۰ھ (۱۸۱۴ء) میں روہڑی کی خاک سے اٹھے اور ۱۶ ذوالقعدہ ۱۲۸۹ھ/۱۸۷۲ء میں وہیں پیوندِ زمین ہوئے۔ ان کی قبر روہڑی اسٹیشن سے متصل زیارت گاہِ خاص و عام ہے۔

فقیرِ بیدل نے جب اس جہانِ فانی میں قدم رکھا، اس وقت سندھ میں تالپور خاندان برسرِ اقتدار تھا اور جب دارِ فانی سے دار البقا کی راہ لی، ان دنوں انگریزوں کی سلطنت کا سورج

---

۶ الرحیم۔ مشاہیرِ سندھ نمبر۔ مرتبہ مولانا غلام مصطفےٰ قاسمی ص ۲۵

۷ پیر سید علی گوہر شاہ (اوّل) راشدی اصغرؔ تخلص کرتے تھے۔ ۱۲۳۱ھ (۱۸۱۶ء) میں پیدا ہوئے ۱۲۶۳ھ (۱۸۴۷ء) میں فوت ہوئے۔ اپنے والد حضرت سید صبغت اللہ شاہ راشدی کی وفات کے بعد سجادہ نشینی کی پگڑی ان کے سر بندھی اور پیر پگارا سوم کے لقب سے ملقب ہوئے۔ سندھی کے صاحبِ دیوان شاعر تھے۔ محفلِ رنگ و سماع کے شیدائی تھے۔ ان کی کافیوں کا رنگ اوروں سے جدا تھا، اس لیے اس صنف میں انھیں نمایاں شہرت ملی۔ (الرحیم۔ مشاہیر نمبر ص ۲۹)

نصف النہار پر جلوہ گر تھا۔ حضرت لعل قلندر شہباز سیوستانی، شاہ عبداللطیف بھٹائی اور سچل سرمست بیدل کے نامور بزرگانِ اسلاف میں سے تھے۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ جب شاہ صاحب کا وصال ہوا سچل سائیں کی عمر تیرہ برس کی تھی اور جب سچل سائیں اس دنیا سے رخصت ہوئے فقیر بیدل نے حیاتِ بے ثبات کی تیرھویں بہار دیکھی۔ فقیر بیدل کو اپنے زمانے میں وہی مقامِ عالی عطا ہوا جو مقام شاہ لطیف اور حضرت سچل جیسے اکابرِ سندھ کو اپنے اپنے زمانے میں حاصل تھا۔

بیدل نے حضرت عثمان مروندی عرف لعل قلندر شہباز سیوستانی، شاہ لطیف اور سائیں سچل کی مدح میں قصیدے بھی لکھے اور ان کی خدمتِ اقدس میں خراجِ عقیدت پیش کیا۔

قادر بخش بیدل کا شمار سندھ کے اکابرِ علم و ادب میں ہوتا ہے۔ صوفی، شاعر، مصنف، انشا پرداز اور فقیہ، ان کی ہر حیثیت مسلم و مستند تھی، عربی، فارسی، سندھی، سرائیکی، اردو، ہندی زبان و ادب پر عبور رکھتے تھے۔ ہر زبان میں نظم و نثر بڑی روانی اور مہارت سے لکھتے۔ ان کی تصنیف و تالیف کا موضوع آیاتِ قرآنی، احادیث، مسائل تصوف اور فلسفۂ علم شریعت و فقہ کے باریک نکات کی تشریحات و توضیحات سے تعلق رکھتا ہے۔

ڈاکٹر ایچ آئی سدارنگانی (سابق پروفیسر فارسی ڈی جے سندھ کالج کراچی) نے اپنی کتاب پرشین پوائنٹس آف سندھ میں قادر بخش بیدل کی اٹھارہ عربی، فارسی، سندھی، اردو تصانیف[۵] کا ذکر کیا ہے، حالانکہ ان کے علاوہ بھی مزید مخطوطات کا پتا چلتا ہے، جن کی تفصیل آگے بیان کی جارہی ہے۔

عربی

۱۔ منہاج الحقیقت۔ (مجموعۂ کلام)

---

۵ Persian Poets of Sind by Dr. H. I. Sadarangani P 243-246, Published by Sindhi Adabi Board Karachi. First-Impression 1956.

۲۔ الفوائد المعنوی: تصوف پر نثر میں لکھی گئی مع سندھی ترجمہ۔

فارسی / اردو

۱۔ سلوک الطالبین: دیوان فارسی، نوشے غزلیات پر مشتمل۔ اس دیوان کی ہر غزل میں طالب تخلص کیا ہے۔ جب کہ دیگر تمام عربی، فارسی، سندھی، سرائیکی اور اردو کلام میں بیدل تخلص کرتے تھے۔

۲۔ رموز القادری: حضرت سید عبدالقادر جیلانی کے عربی قصیدے کا فارسی ترجمہ مع تشریح۔

۳۔ نہرالبحر: آیات قرآنی کی روشنی میں مثنوی مولانا روم کے فلسفۂ تصوف و معرفت کا عالمانہ جائزہ جس میں بیدل نے مولانا روم کو سمندر اور اپنے آپ کو نہر سے تشبیہ دی ہے۔

۴۔ رموز العارفین: عارفانہ کلام کا مجموعہ۔

۵۔ قرۃ العینین فی منا السبطین: ملا کاشفی کے قصیدہ روضۃ الشہدا کے طرز پر واقعۂ کربلا کے متعلق رسولؐ اور آلِ رسولؐ کے اسوۂ حسنہ پر روشنی ڈالی ہے۔ اس کتاب کا ایک حصہ نثر اور دوسرا حصہ نظم پر مشتمل ہے۔

۶۔ فی باطن الاحدی: باطنی رموز اور روحانیت پر ایک رسالہ۔

۷۔ لغاتِ میزانِ طب: طبی اصطلاحات۔

۸۔ انشائے قادری: فارسی خطبات، مکتوبات اور ملفوظات کا مرقع۔

۹۔ دلکشا: ۲۵۰ بند پر مشتمل ایک طویل مثنوی۔

۱۰۔ مصباح الطریقت: فارسی اور اردو کلام کا مجموعہ۔

سندھی / سرائیکی

۱۔ ریاض الفقر: دینی حکایات اور صوفیانہ خیالات پر مشتمل نثری مضامین۔ اس کے گیارہ ابواب ہیں۔ ایک ہزار اشعار بھی شامل ہیں۔

۲۔ سند المحی الدین: سندھی نظم و نثر میں سندھ اور ہند کے تصوف اور اہل تصوف کا تذکرہ۔

۳۔ تقویت القلوب (تذکرۃ المحبوب)، مسئلہ توحید پر ایک رسالہ نثر میں۔

۴۔ سرودنامہ: سندھی کافیاں، دوہڑے۔

۵- وحدت نامہ : سندھی اور سرائیکی میں حقیقت و معرفت کے مسائل پر مبنی منظومات۔

۶- پنج گنج ، پنج گنج کے نام سے حضرت امیر خسروؒ دہلوی کی ایک تصنیف فارسی میں موجود ہے۔ بیدلؔ نے اسی نام سے سندھی میں ایک کتاب لکھی جس میں قرآنِ کریم اور احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں مولانا رومؒ اور شاہ لطیفؒ کے کلام کے مطالب اور تشریحات پیش کی ہیں۔ عربی و فارسی کے بعض مقتدر شعرائے کرام مثلاً جامی، عزیزی، سعدی، حافظ اور شاہ حسن بصری کے کلام اور شاہ لطیف کے کلام کا تقابلی مطالعہ عالمانہ و محققانہ اور مفکرانہ انداز میں کیا ہے۔

دیوانِ بیدلؔ کا پہلا ایڈیشن ۱۹۰۴ء میں شائع ہوا تھا۔ دوسرا ایڈیشن مرتبہ عبدالحسنین شاہ موسوی، سندھی ادبی بورڈ کے زیرِ اہتمام ۱۹۶۱ء میں منظرِ عام پر آیا۔ یہ دیوان رائل سائز کے ۲۹۲ صفحات پر محیط ہے۔ اس دیوان کے شروع میں بیدلؔ کی حیات و نگارشات پر سندھی زبان میں شرح و بسط سے روشنی ڈالی گئی ہے۔

حصۂ نظم کی ترتیب کچھ یوں ہے۔

ابیاتِ سندھی زیرِ عنوان وحدت نامۂ فرائض نامہ وغیرہ ص ۷۹ تا ۱۵۰۔

سرائیکی کافیاں (مناقب، مخمس، وغیرہ) ص ۱۵۱ تا ۲۶۳

اردو ہندی کلام ۔ ص ۲۶۴ تا ۲۶۹

فارسی کلام ۔ ص ۲۷۰ تا ۲۷۶

عربی کلام ۔ ص ۲۷۷ تا ۲۸۲

علاوہ ازیں بیدل کا ایک اور غیر مطبوعہ شعری مجموعہ موسوم بہ "غزلیات فقیر بیدل" مخطوطے کی شکل میں موجود ہے۔ یہ مخطوطہ پروفیسر عطا محمد حامی مرحوم خیرپور کی ملکیت تھی۔ کوئی ایک سال قبل ان کا انتقال ہوا۔ اب معلوم نہیں یہ نسخہ کس کی تحویل میں ہے۔ اس مجموعے میں بیدلؔ کی چودہ اردو غزلیں بھی ہیں جو سات صفحات کی ہیں — سید علی احمد زیدی کی مرتبہ کتاب "سندھ میں اردو مطبوعات" کے صفحہ ۵۳ پر اس کے قلمی نسخے کا ذکر ملتا ہے۔

فقیر بیدلؔ کے دینی عقائد اور صوفیانہ خیالات و نظریات کا عکس ان کے اشعار میں جابجا ملتا ہے۔ مثلاً وہ عربی میں کہتے ہیں۔

انا الشیعی ولکن لا ابری من الخلفاء هم سرج الهدایة
انا السنی ولکن قائل الفضل لقامع خیبر والی الولایه

فارسی میں کہتے ہیں :

درویش نہ شیعہ و نہ سنّی است پروانہ شعشعۂ لالی است
صفا علامتِ صوفی بود، نہ جامہ صوف دلِ منیر کجا ، خرقہ و کلاہ کجا
گدائے عشق بجوید تقربِ سلطان غنائے فقر کجا، حبِ مال وجاہ کجا
بیدلؔ اسلام جلوہ گر نشود تا ہوا و ہوس نگردد مات

اردو اور سرائیکی میں کہتے ہیں :

بہت مذہب ہیں کثرت میں نہ جا بیدلؔ مشقت میں ہوا جو غرق وحدت میں اسے ملت سوی کیا مطلب
مکھ ماہی دا نور تجلی ، صورت حسن حقانی مکھ ماہی دا قبلہ کعبہ ، عشق امام حقانی

یہ کائنات یہ موجودات ، فرش و عرش اور حدِ نگاہ کی تمام رنگینیاں و رعنائیاں دراصل سوزِ عشق کا مظہر ہیں۔ مجاز سے حقیقت تک کی تمام منزلیں عشق کی بدولت طے ہوتی ہیں، تب کہیں زندگی پر حیات کا راز منکشف ہوتا ہے، کائنات کا حسن و رنگ نکھرتا ہے۔ اللہ والوں کے کرب و جذب ، رندی و مستی ، بے خودی و مدہوشی ، یہ سب کچھ عشق کی جلوہ فرمائیاں تو ہیں۔

وحدت الوجود، ہمہ اوست ، وحدت میں کثرت ، کثرت میں وحدت ، فنا و بقا، نفی و اثبات اور ذکر و فکر کے موضوعات اور ان موضوعات کے اسرار و رموز کی ترجمانی سندھ کے اکثر صوفی شعرا و علما نے اپنے افکار و معارف میں کی ہے۔ لعل قلندر شہباز، شاہ عبداللطیف بھٹائی اور سچل سرمست جیسے عظیم اولیائے کرام نے فارسی، سندھی، سرائیکی اور اردو میں رموزِ تصوف اور مسائل وحدت و کثرت بیان کیے ہیں۔ فقیر قادر بخش بیدلؔ کے فکر و خیال کی فضا پر انہی بزرگانِ طریقت کے فانوسِ تخیل کا پرتو دکھائی دیتا ہے۔

اردو اور فارسی کے مشہور شاعر و محقق حفیظ ہوشیارپوری مرحوم مصنف "مقامِ غزل"[۹] رقم طراز

---

۹ مقامِ غزل مرتبہ شان الحق حقی مطبوعہ ۱۹۷۳ء حفیظ ہوشیارپوری مرحوم کا پہلا اور آخری مجموعۂ کلام ہے۔

" قادر بخش بیدل اپنی وسعتِ بیان کو کسی ایک زبان تک محدود نہ کر سکے اور انھوں نے عربی، فارسی، اردو اور سندھی کو بھی اپنے خیالات کا ذریعہ بنایا۔ ان کا علم وسیع، تصوف صحت مندانہ اور ان کا عشق سخت کوش ہے۔[۱۰]"

---

[۱۰] خطبۂ صدارت ثقافتی کانفرنس زیرِ اہتمام لطیف اکیڈمی سکھر منعقدہ ۱۹۵۹ء۔ اس خطبے کا قلمی نسخہ اس کانفرنس کے موقع پر خود حفیظ مرحوم نے (وہ ان دنوں حیدر آباد ریڈیو اسٹیشن کے ریجنل ڈائریکٹر تھے) اپنے دستخط سے اس خاکسار راقم کو عنایت فرمایا تھا جو اس کے ذاتی کتب خانے میں محفوظ و موجود ہے۔

اسلام اور عدل و احسان

مولانا رئیس احمد جعفری

اسلام کے دشمنوں نے بھی باور کرایا اور ناواقف احوال مسلمانوں نے بھی سمجھا ہے کہ اسلام تشدد کا مذہب ہے، اسلام کا خدا جبار و قہار ہے۔ اسلام کے عبادات، معتقدات اور معمولات یکسر "عسر" یعنی سختی پر مبنی ہیں۔ اس تاریخی غلط بیانی کی تردید تاریخی شواہد اور قرآن و حدیث کی روشنی میں بڑے عمدہ پیرایہ میں کی گئی ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ اسلام رحم، عدل، احسان اور محبت کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اس کا خدا رحمان و رحیم بھی ہے، غفار و تواب بھی ہے۔ ان حقائق کا ایک مرتبہ مطالعہ کر لینے کے بعد وہ تمام غلط فہمیاں دور ہو جاتی ہیں جو اسلام کے دشمنوں یا دوست نما دشمنوں نے اس کے بارے میں پھیلائی ہیں۔ کتاب میں کوئی دعویٰ بھی بغیر سند اور حوالے کے نہیں کیا گیا۔

صفحات ۳۹۱   قیمت ۲۵ روپے

ملنے کا پتا : ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور